دکن کے چند صوفیائے کرام

اُن کی تعلیمات سے استفادہ آج وقت کی اہم ضرورت ہے۔

مرتبہ

ڈاکٹر محمد یوسف الدین مرحوم

سابق صدر شعبہ مذہب وثقافت، عثمانیہ یونیورسٹی (حیدرآباد)

Published By

یوسف شرف الدین ادبی ومذہبی ٹرسٹ

11-3-855 نیو ملے پلی، حیدرآباد۔

Mobile No. 9291516958

2008

شاعر مشرق علامہ سر محمد اقبال نے " ہندوستانی بچوں کے قومی گیت " کو ان اشعار سے شروع کیا ہے،

چشتی نے جس زمیں پر پیغام حق سنایا، نانک نے جس چمن میں وحدت کا گیت گایا،

میرا وطن وہی ہے، میرا وطن وہی ہے،

قبل مسیح سے بہت پہلے بادبانی بحری جہازوں سے عرب و ہند کے تجارتی تعلقات تھے۔ مستند تاریخوں اور حدیث کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کے ایک راجہ نے سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں ادرک کا مربہ بھیجا تھا۔ آپ نے ایک قاش کھائی اور حاضرین کو بھی ایک ایک ٹکڑا دیا۔ راوی حدیث حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ سرکار دو عالم ﷺ نے مجھے دو ٹکڑے دیئے کیونکہ میں نے تقسیم کی خدمت انجام دی تھی۔ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا ہے کہ مجھے ہندوستان سے ٹھنڈی، ٹھنڈی ہوائیں آ رہی ہیں، علامہ اقبال نے بھی اسی قومی گیت میں کیا خوب کہا ہے۔

میر عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے، میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے،

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ نہ صرف ہندوستانی مسلمان اپنے وطن ہند سے محبت کرتے ہیں بلکہ مراکش سے لے کر انڈونیشیا تک جہاں، جہاں مسلمان رہتے ہیں، ان سب کو ہندوستان، جنت نشان سے محبت ہے۔ انسان جنگل کے جنگلی ہاتھیوں، درندوں اور شیروں کو بھی سدھا لیتا ہے۔ اللہ کے پاک بندے اولیاء اللہ بھی بلا لحاظ مذہب و ملت بندگان خدا کو نیکی کا راستہ بتاتے ہیں۔ جس طرح ایک مقناطیس لوہے کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اسی طرح مخلوق خدا ان مبارک ہستیوں کی گرویدہ ہو جاتی ہے۔ غرض ہندوستان کے مشرق میں، مغرب، شمال اور جنوب میں تمام انسانوں کو ایک لڑی میں پرونے کی کامیاب کوشش کی تا کہ ایک انسان، دوسرے انسان سے محبت کرے اور اس کے درد و دکھ میں شریک ہو اور ایک دوسرے کا ہاتھ بٹائے۔

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کر و بیان

اجمیر کے ایک کاشت کار کی زمین پر غاصبوں نے قبضہ کر رکھا تھا۔ اجمیر کے حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے متعلق مشہور ہے کہ اس غریب کسان کے عرضی دعویٰ کو لے کر آپ پیدل ہی اجمیر سے دہلی روانہ ہوئے۔ تذکرہ نگاروں اور مورخوں کا بیان ہے کہ آپ کے اس سفر پیادہ پا میں ہزاروں لوگ سڑک کے دونوں جانب کھڑے ہوئے، آپ کے مبارک نورانی چہرہ، اعلیٰ کردار اور شیریں گفتگو سن کر ہزاروں بندگان خدا آپ کے گرویدہ ہو گئے۔ عوام اور خواص نے خواجہ اجمیری کو خواجہ غریب النواز کا خطاب دیا۔ شاہان ہند حتیٰ کہ مغل اعظم شہنشاہ اکبر نے آگرہ سے اجمیر تک پیدل سفر کیا اور آپ کے آستانہ پر سر جھکایا، کبھی اجمیر جانا ہو تو آپ خود دیکھیں گے کہ خواجہ غریب نواز کے آستانہ پر حاضر ہو کر بلا لحاظ مذہب و ملت لوگ عقیدت سے گلاب کے پھول آپ کے آستانے پر پیش کر رہے ہیں۔ ان میں مسلمان بھی ہیں، ہندو بھائی بھی ہیں، سکھ، عیسائی، اور پادری بھی ہیں۔

دہلی میں حضرت نظام الدین محبوب الٰہی "کا روحانی فیض آج بھی صدیوں سے جاری ہے۔ ادھر دکن میں اسی سلسلہ کے حضرت خواجہ بندہ نواز گیسودراز بھی صدیوں سے گلبرگہ کی مبارک سرزمین سے مخلوق خدا کو روحانی فیض پہونچا رہے ہیں۔ یوں تو روزانہ ہی سینکڑوں لوگ خواجہ بندہ نواز کے آستانہ پر حاضری دیتے ہیں لیکن عرس کے موقع پر آپ خود اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ کہ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں بندگان خدا بلا لحاظ مذہب ملت، پیدل، تانگے میں سائیکلوں پر بسوں، موٹر کاروں اور ریل گاڑیوں کے ذریعہ، حضرت خواجہ بندہ نواز" کے آستانے کی زیارت کے لئے کشاں، کشاں، چلے آرہے ہیں۔ گلاب کے پھول اور موتیا اور چنبیلی وغیرہ کے خوشبودار پھول بڑی عقیدت کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے دوش بدوش ہندو بھائی بھی رہتے ہیں۔ دکن سے باہر بہت کم لوگ واقف ہیں کہ خواجہ بندانواز کے آستانہ پر جو پھول روزانہ اور عرس کے موقع پر پیش کئے جاتے ہیں۔ گلبرگہ کے سب سے بڑے مندر کے پجاری صدیوں روزانہ آ کر لے جاتے۔ اور اپنے مندر پر یہی پھول چڑھا تے ہیں۔ خواجہ بندہ نواز کے آستانے پر برقی قمقمے رات بھر جگ مگ کرتے رہتے ہیں۔ لیکن قدیم رواج کے پیش نظر شمع بھی روشن رہتی ہے کہ مبادا برقی فیل ہو جائے۔ مندر کے پجاری پھول ہی نہیں شمع دان کا بچا ہوا تیل بھی متبرک سمجھ کر عقیدت سے اپنے مندر کی شمع روشن کرتے ہیں۔ آخر حضرت خواجہ بندہ نواز سے لوگوں کو یہی عقیدہ کیوں ہے؟ بہمنی حکمرانوں کی حکومت مغربی ساحلی مالا بار سے لے کر مشرقی ساحل کرومنڈل تک پھیلی ہوئی تھی۔ احمد شاہ بہمنی حکمران، دکن کے لئے حضرت خواجہ بندہ نواز کا ایک عطیہ تھا۔ یہی عطیات غیر معمولی عدل وانصاف، انسان دوستی، معاشی خوشحالی امن وامان، مساوات علم دوستی، تقسیم دولت کے زریں اصول اور ترک منکرات وغیرہ میں جلوہ گر ہوئے۔ حضرت خواجہ بندہ نواز" کے زرین مشورہ سے احمد شاہ بہمنی بھیس بدل کر رعایا کا حال معلوم کرتا رہتا تھا۔

حضرت حسین شاہ ولی" :۔

حضرت حسین شاہ ولی قطب شاہی دور حکومت کے مشہور صوفی اور صحیح النسب سادات کے گھرانہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اور حضرت خواجہ بندہ نواز گیسودراز کے اولاد سے تھے۔ یہ بھی حضرت معین الدین چشتی کے چشتیہ سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ سلطان ابراہیم قطب شاہ والی گول کنڈہ کے کہنے پر گلبرگہ سے گولکنڈہ، حیدرآباد آئے ابراہیم قطب شاہ نے آپ کی آمد کی خبر سن کر استقبال کے لئے اپنے وزیروں اور امراء کو بھیجا اور بڑی شان وعزت سے انھیں شاہی دربار میں لے آئے۔ ابراہیم قطب شاہ نے آپ کو دس ہزار سواروں کا افسر اعلیٰ اور ساتھ ہی ریاست کا چیف انجینئر مقرر کیا۔

حسین ساگر جو دو شہروں حیدرآباد اور سکندرآباد کو ملاتا ہے وہ حضرت حسین شاہ ولی کا تعمیراتی کارنامہ ہے جو آپ کی نگرانی میں یہی شاندار تالاب دو سال کے عرصہ میں تعمیر ہوا اور سات لاکھ روپیہ صرف ہوا۔ پہلے اس کا نام ابراہیم ساگر تھا۔ بعد میں اس کا نام حسین ساگر ہو گیا۔ کیونکہ انھوں نے بندگان خدا کی بڑی خدمت کی تھی۔ سکندرآباد کے شہر کی آب رسانی اسی ساگر سے ہوئی تھی۔ غرض انسان، حیوان، چرند، پرند سب ہی حسین ساگر سے استفادہ کرتے تھے۔ حالیہ زمانہ میں حسین ساگر کی مشرقی جانب ایک خوشنما چمن لگایا گیا ہے۔ اور اندرا پارک کا نام دیا گیا ہے۔ اور آج یہی ایک تفریحی مقام بن گیا ہے۔ موورخوں کا بیان ہے کہ حضرت برہان الدین غریبؒ کی راہ نمائی میں چار سو صوفیائے کرام دہلی سے دکن آئے ان میں حضرت خواجہ بندہ نوازؒ کے والد بزرگوار حضرت یوسف راجو قتالؒ بھی تھے۔ ان سب کا تذکرہ آٹھ دس منٹ میں ممکن نہیں ہے۔ اجمیر کے حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ ایران سے ہندوستان آئے۔

حضرت بابا شرف الدینؒ جنھوں نے اپنے روحانی فیض سے دکن کو نورانی بنایا، عراق سے آئے تھے۔

حضرت یوسف صاحب مصر سے اور حضرت شریف صاحب شام سے بلدہ حیدرآباد آئے اور یہیں کے ہو رہے حضرت یوسف صاحب اور حضرت شریف صاحب بلالحاظ مذہب وملت غریبوں کا مفت علاج کرتے، غریبوں کو دوا بھی دیتے اور دعاء خیر بھی کرتے۔ مغل شہنشاہ عالم اکبر ان سے دعا کا طالب ہوا۔ آصفی سلاطین کے علاوہ مہاراجہ چندو اور مہاراجہ سرکشن پرشاد اور راجہ بہادر وینکٹ رائے ریڈی بھی آستانے پر حاضر ہوتے تھے۔ سر اکبر حیدری کو بھی حضرت یوسف صاحب اور شریف صاحب سے بڑی عقیدت تھی۔

قصہ مختصر دکن کے مختلف علاقوں میں مختلف صوفیائے کرام کا روحانی فیض آج بھی جاری ہے۔ ان ہی بزرگوں کی تعلیمات سے خلق خدا نیکی کا راستہ پا رہی ہے۔ اور انسانیت ابھی زندہ ہے۔

☆☆☆

نوٹ:۔ یہ مضمون ڈاکٹر محمد یوسف الدین مرحوم سابق صدر شعبہ مذہب وثقافت، عثمانیہ یونیورسٹی (حیدرآباد) کی جانب سے آل انڈیا ریڈیو حیدرآباد پر بتاریخ 10 نومبر 1990 کو نشر ہوا تھا۔